www.KitaboSunnat.com

تحقیق و تنقید　　　　　　　　　　　　　　حافظ محمد اسحٰق زاہد

"مکروہ اوقات میں تحیۃ المسجد کا حکم"

ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور' مجریہ یکم جنوری ۱۹۹۳ء میں شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی کا فتوی بعنوان "مکروہ اوقات میں تحیۃ المسجد پڑھنے کا جواز" شائع ہوا تھا جس پر جامعہ عربیہ (حنفیہ) گوجرانوالہ کے ایک فاضل مدرس مولانا محمد امیر نواز نے تعاقب فرمایا ہے جس میں انہوں نے احناف کے اس موقف کو ترجیح دینے کی بھرپور کوشش کی ہے کہ مکروہ اوقات میں تحیہ المسجد پڑھنا درست نہیں ہے۔

جبکہ احناف کے مسائل کی تحقیق میں اس رویے کے برعکس ہم مسائل کو اس نظر سے نہیں دیکھتے کہ کس امام کی رائے کو فوقیت مل رہی ہے بلکہ ہم تمام اکابر فقہاء کا برابر احترام رکھتے ہوئے ان کی آراء محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت پر پیش کرتے ہیں جس کی رائے اقرب اور مناسب نظر آئے قبول کرلیتے ہیں۔ اسی اُصول کو مدنظر رکھتے ہوئے مذکورہ بالا مسئلہ میں حافظ محمد اسحٰق زاہد نے اپنی تحقیق بے لاگ پیش کی ہے جو ایک مستقل مضمون ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ الحدیث کے فتوی کی وضاحت بھی ہے۔

واضح رہے کہ حافظ صاحب موصوف کی وضاحت پیش کرنے سے قبل مولانا محمد امیر نواز صاحب کا تعارف ہم بعینہ دے رہے ہیں تاکہ ان کے شبہات مکمل طور پر سامنے آجائیں (ادارہ)

تعاقب

مولانا محمد امیر نواز صاحب

جنوری کے پہلے ہفتے کا رسالہ "الاعتصام" لاہور' کا مطالعہ کیا۔ احکام و مسائل میں سے اس مسئلہ سے کافی حد تک اضطراب محسوس ہوا کہ تحیۃ المسجد کے نوافل مکروہ اوقات میں بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں معذرت کے ساتھ چند گزارشات پیشِ خدمت ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکروہ اوقات سے مراد وہ اوقات ہیں جن میں نماز پڑھنے کی ممانعت حدیثوں میں صراحتہ" وارد ہوئی ہے۔ میری مراد سورج کے طلوع ہونے کا وقت' نصف النہار اور وقتِ غروب ہے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں

عن عمر و ابن عبسة قال قال رسول ا لله صلی ا لله علیه وسلم إذا طلعت الشمس فإنها تَطْلُع بين قَرنَي الشيطن وهي ساعة صلوة الكفار فدَعِ الصلوة حتى ترتفع ويذهب شعائها ثم الصلوةُ محضورةٌ مشهودةٌ الى أن ينتصف النهار فإنها ساعةٌ تُفتح فيها أبوابُ جهنم وتسحر فدَعِ الصلوةَ حتى يفيئى الفيئُى ثم الصلوة محضورةٌ مشهودةٌ إلى غُروب الشمس فإنها تغرب بين قرني الشيطن وهي ساعة صلوة الكفار

ترجمہ :- عمرو بن عبسہؓ کہتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور یہ کافروں کی عبادت کا وقت ہے لہٰذا اس وقت نماز چھوڑ دو یہاں تک کہ بلند ہو جائے اور اس کی شعائیں (نظر کو خیرہ کریں) چلی جائیں پھر نماز حاضر کی گئی ہے (نماز حلال ہے) نصف النہار تک پھر ایک ایسا وقت ہے جس میں جہنم کے راستے کھول دیئے جاتے ہیں اور وہ گرم کی جاتی ہے اور نماز چھوڑ دو یہاں تک کہ سایہ پھر آئے۔ پھر نماز حاضر ہے غروب آفتاب تک کیونکہ وہ غروب ہوتا ہے شیطان کے دو سینگوں کے درمیان اور وہ کافروں کی عبادت کا وقت ہے۔ (شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوٰۃ صفحہ ۹۱ جلد نمبرا)

یہ حدیث تمام کتبِ صحاح میں تھوڑے بہت لفظی فرق کے ساتھ وارد ہوئی ہے اس کے علاوہ اس سلسلے میں بکثرت احادیث اور آثار صحابہ و تابعین وارد ہوئے ہیں جنہیں بخوفِ طوالت نظرانداز کیا جاتا ہے۔

شیطان کے دو سینگوں کا مفہوم شارحینِ حدیث نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ان اوقات میں سورج کا پجاری سورج کو سجدہ کرتا ہے جسے حضورؐ نے "ساعۃ صلوۃِ الکفار" فرمایا ہے۔ نصف النہار کو "جہنم" گرم کی جاتی ہے یعنی اس وقت مشرک پھر شرک کرتا ہے تو بھڑک اٹھتی ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مذکورۃ الصدر تینوں اوقات میں کوئی نماز بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز نہیں۔ کیا فرض وقتی کیا قضا فرض، نفل، نماز جنازہ یا دفن جنازہ (علی اختلاف الاقوال) وغیرہ۔ ہاں بعض محدثین و فقہاء نے بعض دوسری احادیث سے استدلال کر کے اس دن کی نماز عصر کی ادائیگی کی اجازت دی ہے۔

جب ہر قسم کی نماز منع ہے تو تحیۃ المسجد کے نفل بھی منع ہیں۔ سبب اور انشاء کو یہاں کچھ دخل نہیں۔ یہ خود ساختہ اصول ہیں جن میں غلطی کا امکان بہر حال ہے۔

البتہ بعض کراہتیں اسباب کی بنا پر بھی ہوتی ہیں مثلاً" (1) خطبہ جمعہ کے وقت نماز اور گفتگو مکروہ ہے۔ کراہت کا سبب استماعِ خطبہ ہے۔ (2) جماعت کھڑی ہو تو الگ کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے کراہت کا سبب جماعتُ المسلمین میں افتراق کا شائبہ ہے (3) فجر کی نماز کے بعد کوئی نفل مکروہ ہے (حدیث کے ورود کے علاوہ) سببِ کراہت قربِ طلوع ہے۔ (4) عصر کی نماز کے بعد نفل نماز مکروہ ہے (حدیث کے ورود کے علاوہ) سببِ کراہت قرب غروب ہے کیونکہ کسی چیز کے قریب جانے سے اندیشہ ہے کہ اس چیز میں مبتلا ہو جائے جیسے روزہ کی حالت میں بیوی سے بوس و کنار جوان آدمی کے لئے مکروہ ہے۔ علاوہ ازیں متعدد مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

باقی رہی سلیکؓ غطفانی والی حدیث کہ حضورؐ منبر پر تشریف فرما تھے کہ سلیکؓ آ کر بیٹھ گئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ تم دو رکعتیں پڑھنے سے پہلے بیٹھ گئے ہو۔ دو رکعتیں پڑھو اور پھر بیٹھو۔ اس کی کوئی ایسی توجیہ ضروری کی جائے گی کہ یہ حدیث ان احادیث کے مطابق ہو جائے جن میں بطور خاص استماع خطبہ اور انصات (خاموشی) کی تاکید آئی ہے۔ ان ممکنہ توجیہات میں سے چند ایک یہ ہیں:

توجیہات

(۱) دورانِ خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم دینا خطبہ کا حصہ تھا کہ دورانِ خطبہ نماز تحیہ المسجد کی تعلیم دی۔

(۲) ممکن ہے کہ حضورؐ نے سلیکؓ کی نماز کے دوران خطبہ روک دیا ہو۔

(۳) ابتداء پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے کہ بعد میں استماع و انصات کی تاکید فرما دی۔

وَ العِلمُ عِندَ اللّٰہِ وَ عِلمُہٗ اَتَمُّ

محمد امیر نواز مدرس جامعہ عربیہ گوجرانوالہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِزالۂ شبہات

تحیۃ المسجد کا حکم

مسجد میں داخل ہو کر اس میں بیٹھنے سے قبل دو رکعات بطور تحیۃ المسجد پڑھنا سنت ہے' امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "وَهِيَ سُنَّةٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ"[1] یعنی "تحیۃ المسجد کے سنت ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے" اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی اس اجماعِ امت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"وَاتَّفَقَ أَئِمَّةُ الْفَتْوٰى عَلٰى أَنَّ الْأَمْرَ فِيْ ذٰلِكَ لِلنَّدْبِ"[2] یعنی "فتویٰ دینے والے تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ حدیث "فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ" میں صیغۂ امر استحباب کے لئے ہے"--- لیکن یہ اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ اس سنت کی تاکید اسی طرح ہے جس طرح وتر اور فجر کی دو سنتوں کی ہے[3]' یہی وجہ ہے کہ بعض اہل ظاہر[4] اور کچھ متاخرین علماء تحیۃ المسجد کے پڑھنے کو واجب کہتے ہیں' امام شوکانی رحمہ اللہ زیرِ بحث مسئلہ میں فریقین کے دلائل کا مناقشہ کرنے کے بعد کہتے ہیں:[5]

"إِذَا عَرَفْتَ هٰذَا لَاحَ لَكَ أَنَّ الظَّاهِرَ مَا قَالَهُ أَهْلُ الظَّاهِرِ مِنَ الْوُجُوْبِ"

۱۔ المنہاج فی شرح مسلم ابن الحجاج (۲۲۶/۵)' مغنی المحتاج (۲۲۳/۱)

۲۔ فتح الباری --- الصلاۃ باب اذا دخل المسجد فلیرکع رکعتین -- (۶۴۰/۱)

۳۔ وتر اور فجر کی دو سنتوں کی تاکید اس قدر ہے کہ آپؐ نے ان دونوں کو سفر میں بھی نہیں چھوڑا' حالانکہ سفر میں آپؐ کا معمول یہ تھا کہ آپؐ فرض نمازوں میں قصر کرتے اور وتر اور فجر کی دو سنتوں کے سوا باقی سنن اور نوافل نہیں پڑھتے تھے' نوافل میں صرف ان دو کا اہتمام کرنا ان کے مؤکد ہونے کی دلیل ہے۔

۴۔ داؤد ظاہری تحیۃ المسجد کے وجوب کے قائل ہیں اور امام ابن حزمؒ ظاہری ہونے کے باوجود تحیۃ المسجد کو نفل نمازوں میں شمار کر کے اسے مؤکد سمجھتے ہیں' فرض یا واجب نہیں' اپنی مشہور کتاب "المحلی" میں کہتے ہیں: "إِلَّا أَنَّ الْوِتْرَ أَوْكَدُ التَّطَوُّعِ ---- ثُمَّ أَوْكَدُهَا بَعْدَ الْوِتْرِ صَلٰوةُ الضُّحٰى وَرَكْعَتَانِ عِنْدَ دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ ---- لِأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِهٰذِهِ فَمَا أَمَرَ بِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَهُوَ أَوْكَدُ مِمَّا لَمْ يَأْمُرْ بِهِ" یعنی "نفل نمازوں میں سے زیادہ مؤکد وتر کی نماز ہے' پھر چاشت کی نماز اور مسجد میں داخل ہو کر دو رکعتوں کے پڑھنے کا درجہ ہے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نمازوں کا حکم دیا ہے اور جن نمازوں کا آپؐ نے حکم دیا ہے وہ زیادہ مؤکد ہیں' بنسبت ان نمازوں کے جن کا آپؐ نے حکم نہیں دیا (المحلی ۲۳۱/۲)

۵۔ نیل الاوطار (۶۹/۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی "آپ جب دلائل و براہین پڑھ چکے تو آپ کے لئے یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ اہل ظاہر کا تحیۃ المسجد کو واجب کہنے کا موقف راجح ہے" اور امام صنعانیؒ کہتے ہیں:

"وَقَرَّرْنَا اَيْضًا اَنَّ وُجُوْبَهَا هُوَ الظَّاهِرُ لِكَثْرَةِ الْاَوَامِرِ الْوَارِدَةِ بِهِ"٦۔

یعنی "ہم نے یہ بات ثابت کر دی ہے (ایک اور کتاب میں) کہ تحیۃ المسجد کی دو رکعات کا وجوب ہی راجح ہے کیونکہ اس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر بکثرت وارد ہیں"

وہ احادیث جنہیں سامنے رکھ کر علماء کرام نے تحیۃ المسجد کو سنتِ مؤکدہ کہا ہے' ان میں سے بعض پیش خدمت ہیں:

(ا) ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد میں) لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے' میں مسجد میں داخل ہوا تو لوگوں کے ساتھ میں بھی بیٹھ گیا' آپؐ نے فرمایا "مَا مَنَعَكَ اَنْ تَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ؟"

یعنی "بیٹھنے سے قبل دو رکعات پڑھنے سے تمہیں کس چیز نے روکا؟ میں نے جواباً کہا: (چونکہ) آپ اور لوگ بیٹھے ہوئے تھے (تو میں بھی بیٹھ گیا)' آپ نے فرمایا:

"اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ" یعنی "تم میں سے کوئی ایک جب مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک دو رکعات نہ پڑھ لے"٧۔

ابو قتادہؓ ہی سے ایک اور روایت میں آپؐ کے الفاظ یوں ہیں:

"اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَجْلِسَ" یعنی "تم میں سے کوئی ایک جب مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے وہ دو رکعات پڑھ لے"٨۔ --- اور تیسری روایت میں آتا ہے: "اَعْطُوا الْمَسَاجِدَ حَقَّهَا" یعنی "مساجد کو ان کا حق دو" آپؐ سے پوچھا گیا کہ مساجد کا حق کیا ہے؟ تو آپؐ نے جواباً فرمایا: "رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ تَجْلِسَ" یعنی "بیٹھنے سے پہلے دو رکعات کا پڑھنا"٩۔

پہلی روایت میں تحیۃ المسجد پڑھنے سے پہلے بیٹھنے سے نہی ہے اور دوسری و تیسری روایت میں بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد کے پڑھنے کا امر (حکم) ہے' اسے واجب قرار دینے والے علماء کا کہنا ہے کہ نہی کا صیغہ تحیۃ المسجد پڑھنے سے قبل مسجد میں بیٹھنے کی حرمت کا

٦۔ سبل السلام (١/٢٦٧)

٧۔ مسلم (٥/٢٢٥ مع شرح النووی)

٨۔ بخاری (١/٥٣٠ مع الفتح)' مسلم (٥/٢٢٥ مع شرح النووی)

٩۔ رواہ ابن ابی شیبہ کما فی فتح الباری --- (المرجع السابق)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقاضا کرتا ہے جبکہ امر کا صیغہ مسجد میں بیٹھنے سے قبل تحیۃ المسجد کے پڑھنے کے وجوب پر دلالت کرتا ہے' لیکن راجح یہ ہے کہ نہی کا صیغہ کراہت پر اور امر کا صیغہ تاکید پر محمول ہوگا کیونکہ بقول امام نوویؒ و حافظ ابن حجرؒ تحیۃ المسجد کے سنت ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور یہی وہ قرینہ ہے جس کی بنا پر صیغہ امر کو وجوب سے استحباب کی طرف پھیرا جاسکتا ہے۔

(۲) جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ دے رہے تھے' سلیک الغطفانیؓ آئے تو تحیۃ المسجد پڑھے بغیر بیٹھ گئے' آپؐ نے انہیں کھڑے ہو کر دو رکعات پڑھنے کا حکم دیا۔ (متفق علیہ)

ذرا اندازہ کیجئے کہ خطبۂ جمعہ جسے بغور سننا ازحد ضروری بلکہ دورانِ خطبہ بات کرنے والے شخص کو خاموش رہنے کا حکم بھی لغو و بے ہودہ ہے' کے دوران بھی آپؐ نے تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم دیا' یہ حکم اس بات پر صریح دلالت کرتا ہے کہ نماز تحیۃ المسجد کس قدر موکد اور اہمیت کی حامل ہے!!

نماز کے مکروہ اوقات

"مکروہ اوقات" سے مراد وہ پانچ اوقات ہیں جن میں نماز پڑھنا غیر درست ہوتا ہے' حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں: "**مُحَصَّلُ مَا وَرَدَ مِنَ الْاَخْبَارِ فِي تَعْيِيْنِ الْاَوْقَاتِ الَّتِي تُكْرَهُ فِيْهَا الصَّلَاةُ اِنَّهَا خَمْسَةٌ: عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ عِنْدَ غُرُوْبِهَا وَ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَ عِنْدَ الِاسْتِوَاءِ**"[۱۰]------یعنی "وہ اوقات جن میں نماز مکروہ ہوتی ہے' ان کی تعیین میں وارد ہونے والی تمام احادیث کا حاصل یہ ہے کہ وہ اوقات پانچ ہیں جو کہ یہ ہیں

(۱) طلوعِ شمس کے وقت (۲) غروبِ شمس کے وقت (۳) استواءِ شمس کے وقت

(۴) فجر کی نماز کے بعد طلوعِ شمس تک (۵) عصر کی نماز کے بعد غروبِ شمس تک"

مذکورہ مکروہ اوقات کے بارے میں مروی بعض احادیث درج ذیل ہیں:

(۱) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ "میرے پاس (میرے) پسندیدہ آدمیوں (جن میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ عمرؓ ہیں) نے شہادت دی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے بعد سورج کے نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا"[۱۱]

(۲) عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ "تین گھڑیاں ایسی ہیں جن میں نماز پڑھنے اور اَموات کو دفنانے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا:

۱۰۔ فتح الباری (۱/۷۵) الصلوۃ باب من لم یکرہ الصلوۃ الابعد العصر والفجر) نیز دیکھئے شرح النووی (۶/۱۱۰)

۱۱۔ بخاری (۲/۶۹ فتح الباری)' مسلم (۶/۱۱۱ مع شرح النووی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱- جب سورج طلوع ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے۔
۲- جب سورج آسمان کے بالکل وسط میں ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ (مغرب کی طرف) مائل ہو جائے۔
۳- جب سورج غروب ہونے لگتا ہے"۱۲۔

بالکل اسی معنی میں مگر ذرا تفصیل کے ساتھ عمرو بن عبسہؓ سے بھی ایک حدیث مرفوعاً صحیح مسلم وغیرہ میں موجود ہے' جسے بخوفِ طوالت ذکر نہیں کیا جا رہا ہے۔

مکروہ اوقات میں نماز کا حکم

فرض نمازیں بربنائے شرعی عذر اگر ان مکروہ اوقات میں ادا یا قضا کرنی پڑیں تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے' حدیث "مَنْ نَامَ عَنْ صَلٰوةٍ اَوْ نَسِيَهَا فَلْيُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا"۱۳ کا عموم سابقہ احادیثِ نہی کی تخصیص کرتا ہے اور اسی طرح حدیث "مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ' وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الْعَصْرَ"۱۴ بھی اس بات پر واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ طلوعِ شمس اور غروبِ شمس (جو کہ ممنوع اوقات میں سے ہیں) کے وقت فجر و عصر کی نمازیں (اگر شرعی عذر کی بناء پر اس وقت تک متاخر ہو جائیں تو) پڑھی جاسکتی ہیں' اس پر امت کا اجماع ہے سوائے فجر کے' کہ اس میں حنفیہ اختلاف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نماز فجر کی ادائیگی کے دوران طلوعِ شمس کی صورت میں نماز باطل ہو جائے گی' اور اس کا رد بعد میں آئے گا۔ ان شاء اللہ

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نہی تمام نمازوں کو شامل نہیں ہے بلکہ کچھ نمازیں اس سے مستثنیٰ ہیں۱۵۔

ہاں! جان بوجھ کر طلوعِ شمس یا غروبِ شمس تک فجر و عصر کی نمازوں کو موخر نہیں کرنا چاہئے' حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۱۲- مسلم (۶/۱۱۴ مع شرح النووی)

۱۳- یعنی "جو شخص کسی (فرض) نماز سے سو جائے یا اسے بھول جائے تو جونہی (بیدار ہو یا) اسے وہ نماز یاد آجائے تو نماز پڑھ لے"

۱۴- یعنی "جس نے طلوعِ شمس سے پہلے صبح کی ایک رکعت کو پالیا' اس نے (پوری نماز) کو پالیا اور جس نے غروب شمس سے پہلے عصر کی ایک رکعت کو پالیا' اس نے پوری عصر کی نماز کو پالیا"

۱۵- فتاوی ابن تیمیہؒ (۲۳/۱۷۸)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"لَا يَتَحَرّٰى اَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا"۔۔۔۱۶۔ب
یعنی "تم میں سے کوئی ایک نماز کے لئے طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کا جان بوجھ کر قصد نہ کرے"

یہ تو تھا مکروہ اوقات میں فرض نمازوں کے پڑھنے کا حکم، رہی نفل نمازیں تو کیا انہیں نماز کے مکروہ اوقات میں پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں علماء کے درمیان شدید اختلافات پائے جاتے ہیں، لیکن جب کسی امام یا بزرگ کی شخصی اور اندھی تقلید کو چھوڑ دیا جائے اور پھر مختلف دلائل و براہین کے درمیان منصفانہ موازنہ کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ہر سبی نماز جیسے تحیۃ المسجد، نماز جنازہ اور نمازِ کسوف وغیرہ کو ان مکروہ اوقات میں پڑھا جاسکتا ہے۔

علماء کے درمیان اختلافات کی دراصل وجہ یہ ہے کہ زیرِ بحث مسئلہ میں دو عموماتِ احادیث باہم متعارض ہیں، ایک طرف مکروہ اوقات میں مطلق نماز سے روکا گیا ہے

"لَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ" اسی طرح "ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا اَنْ نُصَلِّيَ فِيْهِنَّ۔۔۔ الخ"

اور دوسری طرف بلا تقیید و تخصیص تمام اوقات میں تحیۃ المسجد کے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے: "اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ۔۔۔"

گویا چند مخصوص اوقات میں تمام نمازوں سے نہی میں جو عموم ہے، وہ اور تمام اوقات میں تحیۃ المسجد کے پڑھنے کے حکم میں جو عموم ہے، دونوں ایک دوسرے کے معارض ہیں، ان عمومات میں سے ہر ایک کو اگر اس کے عموم پر ہی باقی رکھا جائے تو مسئلہ اور بھی پیچیدہ ہوجاتا ہے۔ اور اس کا کوئی حل نکل نہیں پاتا اور اگر ان میں سے ایک کی تخصیص کی جائے تو ان دونوں میں سے کون اس کے لئے اولیٰ ہے۔۔۔؟ اور کیا تخصیص بلا دلیل اور خارجی مرجح کے ہوگی۔۔؟ یا اس کے لئے کسی خارجی دلیل و قرینے کا ہونا ضروری ہوگا؟

شافعیہ کہتے ہیں کہ احادیثِ نہی میں جو عموم ہے وہ باقی نہیں رہا ہے اس لئے نہی تمام نمازوں کو شامل نہیں۔۔۔ جبکہ ذوات الاسباب نمازوں کا عموم باقی ہے۔ اس لئے وہ نہی سے مستثنیٰ ہو جائیں گی۔۔۔ اور احناف کا کہنا ہے کہ نہی والی احادیث میں جو عموم آیا ہے، وہ باقی ہے، اس لئے ممنوع اوقات میں تمام نفل نمازیں (سوائے نماز جنازہ کے) نہیں پڑھی جاسکتیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا تخصیص بلا دلیل جائز ہے ---؟

فقہاء اور اصولیوں کے ہاں یہ اصول مسلم ہے "لَا يَثْبُتُ التَّخْصِيصُ إِلَّا بِدَلِيلٍ" کہ تخصیص بلا دلیل ثابت نہیں ہوتی' اب جبکہ زیر بحث متنازعہ مسئلہ میں دو ایسے عموم باہم متعارض ہیں جو صحت و قوت کے اعتبار سے بالکل مساوی و برابر ہیں تو ایسے مشکل و پیچیدہ مقام میں انصاف پسندی کا تقاضا تو یہ تھا کہ دونوں عمومات میں سے کسی ایک کی تخصیص بلا دلیل و مرجح نہ کی جاتی --- یہی وجہ ہے کہ امام شوکانیؒ جیسے محقق عالم دونوں عمومات میں سے کسی ایک کو دوسرے پر جب ترجیح نہیں دے پائے تو یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ "تخصیص کے لئے دونوں میں سے کوئی ایک عموم دوسرے پر اولیت نہیں رکھتا' لہٰذا اس مسئلہ میں توقف ہی متعین ہے' یہاں تک کہ کسی خارجی امر سے ترجیح واقع ہو جائے ۱۷"

پھر ضرورت سے زیادہ احتیاط برتتے ہوئے کہتے ہیں: "وَالْأَوْلَى لِلْمُتَوَرِّعِ تَرْكُ دُخُولِ الْمَسَاجِدِ فِي أَوْقَاتِ الْكَرَاهَةِ ۱۸" یعنی متقی و پرہیز گار کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اوقاتِ کراہت میں مساجد میں داخل ہی نہ ہو" --- کیونکہ جب وہ داخل ہی نہ ہوگا تو تحیۃ المسجد کی نوبت ہی نہیں آئے گی' دوسری جگہ کہتے ہیں "فَيَنْبَغِي لِلْمُتَحَرِّي لِدِينِهِ تَجَنُّبُ دُخُولِ الْمَسَاجِدِ فِيهَا فَإِنْ دَخَلَ لِحَاجَةٍ فَلَا يَقْعُدْ ۱۹" --- یعنی "پہلے تو مکروہ اوقات میں دخولِ مساجد سے پرہیز و اجتناب ہی اولی ہے' اگر کوئی شخص کسی ضرورت کے لئے ان اوقات میں مساجد میں داخل ہو جائے تو وہ ان میں نہ بیٹھے" کیونکہ تحیۃ المسجد کے پڑھنے کا حکم مسجد میں بیٹھنے سے متعلق ہے (قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ)' جب داخل ہونے والا بیٹھے گا ہی نہیں تو تحیۃ المسجد کی نوبت کیونکر آئے گی؟؟

تخصیص کس عموم کی اور مخصص کون؟

مکروہ اوقات میں مطلق نماز سے نہی میں جو عموم ہے' اسے باقی رکھ کر تحیۃ المسجد اور دیگر نوافل کو ان اوقات میں غیر درست قرار دینا دعویٰ بلا دلیل ہے --- کیونکہ اس طرح ایک عموم "إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ --- الخ" کی احادیث نہی سے تخصیص کردی جاتی ہے اور اس کے لئے کوئی خارجی مرجح یا قرینہ نہیں ہے --- جبکہ تحیۃ المسجد و دیگر سببی نوافل کے پڑھنے کے حکم میں جو عموم ہے اسے باقی رکھ کر احادیث نہی کے عموم کی تخصیص کر دینا اصح

---

۱۶ بخاری (۲/۷۳ مع الفتح)   ۱۸ نیل الاوطار (۳/۶۹)

۱۷ نیل الاوطار (۳/۸۹)   ۱۹ السیل الجرار (۱/۱۸۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاقوال اور اقرب الی الصواب ہے کیونکہ اس تخصیص کے لئے دلائل موجود ہیں' جو درج ذیل ہیں——

(۱) ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعات پڑھیں حالانکہ آپؐ نے اس سے روکا تھا۔ میں نے ایک لڑکی کو آپؐ سے اس بارے میں استفسار کے لئے بھیجا تو آپؐ نے فرمایا "جن دو رکعات کے بارے میں تم نے سوال کیا ہے وہ دراصل ظہر کے بعد والی دو سنتیں ہیں ۔ قبیلہ عبدالقیس کے کچھ لوگوں نے مجھے مشغول کر دیا تھا' اس لئے میں انہیں پہلے نہیں پڑھ سکا تھا اور اب پڑھ رہا ہوں" ۲۰۔

امام نوویؒ اس حدیث کے فوائد ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: "مِنْهَا اَنَّ الصَّلٰوةَ الَّتِيْ لَهَا سَبَبٌ لَا تُكْرَهُ فِيْ وَقْتِ النَّهْيِ وَاِنَّمَا تُكْرَهُ مَا لَا سَبَبَ لَهَا وَهٰذَا الْحَدِيْثُ هُوَ عُمْدَةُ اَصْحَابِنَا فِي الْمَسْاَلَةِ وَلَيْسَ لَنَا اَصَحُّ مِنْهُ وَلَا اَبْيَنُ مِنْهُ وَلَا اَظْهَرُ" ۲۱۔—— یعنی "حدیث کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ سببی نماز ممنوع اوقات میں مکروہ نہیں' ہاں غیر سببی نماز مکروہ ہے۔ اور یہی حدیث اس مسئلہ میں شافعیہ کی سب سے بڑی دلیل ہے"

اگر یہ کہا جائے کہ عصر کے بعد نماز پڑھنا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے تو اس کا تفصیلی جواب بعد میں آئے گا' ان کے علاوہ' اجمالی جواب یہ ہے کہ یہ فعل آپؐ کے ساتھ خاص نہیں' البتہ اس پر مداومت آپؐ کی خصوصیت ہے۔

(۲) سلیک الغطفانیؓ کی حدیث سابقہ سطور میں گزر چکی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خطبۂ جمعہ کے دوران تحیۃ المسجد کے پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اوقات میں تحیۃ المسجد پڑھنا مؤکد ہے —— امام نوویؒ کہتے ہیں کہ آپؐ نے کسی بھی حالت میں تحیۃ المسجد کو نہیں چھوڑا' بلکہ آپؐ نے خطبۂ جمعہ کے دوران داخل ہونے والے صحابی کو دو رکعات پڑھنے کا حکم دیا حالانکہ دورانِ خطبہ نماز ممنوع اور استماع واجب تھا' اگر تحیۃ المسجد کو کسی حالت میں چھوڑا جا سکتا ہوتا تو اسے اب (حالت خطبہ میں) چھوڑ دیا جاتا' باوجودیکہ صحابی مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھ گیا تھا اور تحیۃ المسجد تو بیٹھنے سے پہلے مشروع ہے اور وہ صحابی تحیۃ المسجد کے حکم سے تھا بھی جاہل' لیکن خطبہ روک کر آپؐ کا اسے تحیۃ المسجد کے پڑھنے کا حکم دینا اس کے مؤکد ہونے پر دال ہے اور اس بات پر بھی کہ اسے کسی بھی حالت میں' کسی بھی وقت نہیں چھوڑا جا سکتا"

۲۰۔ متفق علیہ —— صحیح بخاری (۲/۷۶ —— مع الفتح)' صحیح مسلم (۶/۱۲۱ —— مع شرح النووی)

۲۱۔ شرح النووی علی مسلم (حوالہ سابقہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پھر کہتے ہیں "فَلَوْلَا هٰذَا الْاِهْتِمَامِ بِالتَّحِيَّةِ فِيْ جَمِيْعِ الْأَوْقَاتِ لَمَا اهْتَمَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ هٰذَا الْاِهْتِمَامَ" ۲۲ــــــ یعنی "اگر تمام اوقات میں تحیۃ المسجد کی شدید اہمیت و تاکید نہ ہوتی تو آپؐ (دوران خطبہ) اس کا اس قدر اہتمام نہ کرتے"

اور حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے فوائد ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: "وَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مِنَ الْفَوَائِدِ غَيْرُ مَا تَقَدَّمَ جَوَازُ صَلٰوةِ التَّحِيَّةِ فِي الْأَوْقَاتِ الْمَكْرُوْهَةِ وَاِنَّهَا إِذَا لَمْ تَسْقُطْ فِي الْخُطْبَةِ مَعَ الْأَمْرِ بِالْإِنْصَاتِ لَهَا فَغَيْرُهَا بِالْأَوْلٰى" ۲۳ــــــ یعنی "حدیث کے سابقہ فوائد کے علاوہ اس میں مکروہ اوقات میں تحیۃ المسجد کے پڑھنے کا جواز بھی ہے، کیونکہ یہ استماعِ خطبہ کے امر کے باوجود دوران خطبہ جب ساقط نہیں ہوا تو باقی اوقات میں بالاولیٰ ساقط نہیں ہوگا"

کیا حدیثِ سلیک رضی اللہ عنہ ... احادیثِ انصات و استماعِ خطبہ سے متعارض ہے؟

احناف کے ہاں دورانِ خطبہ تحیۃ المسجد کا پڑھنا درست نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب استماعِ خطبہ واجب اور اثنائے خطبہ "انصات" ضروری ہے، بلکہ کلام کرنے والے شخص کو خاموشی کا حکم دینا بھی لغو بے ہودہ ہے تو تحیۃ المسجد کے پڑھنے کا جواز کیونکر ہوگا؟

یہی وجہ ہے کہ (دیگر احناف علماء کی طرح) فاضل مضمون نگار بھی کہتے ہیں کہ "اس (حدیث سلیک رضی اللہ عنہ) کی ایسی توجیہ کرنی ضروری ہوگی کہ یہ حدیث ان احادیث کے مطابق ہو جائے جن میں بطورِ خاص استماع خطبہ اور انصات (خاموشی) کی تاکید آئی ہے"۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ قصۂ سلیک رضی اللہ عنہ اور وجوبِ استماع خطبہ کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث کے درمیان تعارض ہے ہی نہیں کہ جس کو دور کرنے کے لئے واقعۂ سلیک رضی اللہ عنہ کی توجیہات یا تاویلات کرنا ضروری ہو گیا ہو۔ یہ تو احادیث کو اپنی قائم کردہ آراء کے مطابق ڈھالنے کے لئے صرف اور صرف سینہ زوری اور ضد ہے، ورنہ حقیقت تو بالکل واضح ہے کہ وہ معارضہ، جس کے نتیجے میں دو متعارض دلیلوں میں سے ایک کو ساقط کرنا یا اس کی تاویلات کرنا لازم آئے، اس وقت قائم ہوتا ہے جب دونوں کے درمیان وجہ تطبیق ممکن نہ ہو۔ جبکہ یہاں تو بقول حافظ ابن حجرؒ۱ "جمع بین الادلہ" ممکن ہے اور وہ اس طرح کہ:

۲۲۔ شرح النووی علی مسلم (۲۲۶/۵، ۱۶۳/۶ و ۱۶۵) ۱۔: فتح الباری (۴۷۵/۲)

۲۳۔ فتح الباری (۴۷۸/۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(1) آیت "وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا" میں صرف قراءتِ قرآن کے وقت استماع و انصات کا حکم ہے جب کہ خطبہ سارے کا سارا قرآن نہیں ہوتا اور خطیب جب کسی آیتِ قرآنیہ کی تلاوت کرے گا تو اسے سننا اور اس وقت خاموش ہو جانا بھی کم از کم اس شخص کے لئے واجب نہیں ہو گا جو عین تلاوت کے وقت مسجد میں داخل ہو گا کیونکہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد اس کے لئے استماعِ خطبہ نہیں بلکہ تحیۃ المسجد کو پڑھنا لازم ہو گا۔ جیسا کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

"إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا"

(2) پھر جن احادیث میں اثنائے خطبہ استماع و انصات کا حکم دیا گیا ہے ان میں انصات سے مراد یہ ہے کہ مکالمہ مع الغیر نہ ہو یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ مستمع۔ استماع و انصات کے ساتھ ساتھ ذکر اللہ بھی نہ کرے۔ خصوصاً تحیۃ المسجد بھی نہ پڑھے کہ جس میں مکالمہ مع الغیر ہوتا ہی نہیں۔

(3) جو حضرات انصات کا معنی مطلق خاموشی کر کے قراءت اور انصات کے درمیان منافات قائم کرتے ہیں وہ اس حقیقت سے بالکل ناواقف ہیں کہ انصات اور قراءت کا اجتماع ممکن ہے۔

اس کی پہلی دلیل تو صحابیٔ رسول ﷺ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا آنحضور ﷺ سے یہ سوال ہے "يَا رَسُولَ اللهِ سُكُوتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ مَا تَقُولُ فِيهِ؟" کہ اے اللہ کے رسول ﷺ تکبیر اور قراءت کے درمیان [illegible] خاموشی میں آپ کیا پڑھتے ہیں؟"

تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ انصات (خاموشی) اور قراءت کا اجتماع ممکن ہے، ناممکن نہیں...

دوسری دلیل خود فقہِ حنفی کی کتب ہیں جن میں جہاں یہ لکھا ہے کہ دورانِ خطبہ استماع و انصات واجب ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ خطیب جب:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا" پڑھے تو سامعین کو آہستہ سے درود و سلام پڑھنا چاہئے' علامہ ابنِ ھمام کہتے ہیں ؎

"وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ يَنْبَغِي أَنْ يُصَلِّيَ فِي نَفْسِهِ لِأَنَّ ذٰلِكَ مِمَّا لَا يُشْغِلُهُ عَنْ سَمَاعِ الْخُطْبَةِ فَكَانَ إِحْرَازًا لِلْفَضِيلَتَيْنِ وَهُوَ الصَّوَابُ"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی "امام ابویوسف سے مروی ہے کہ مستمع اپنے دل ہی میں درود پڑھ لے کیونکہ یہ چیز اسے سماعِ خطبہ سے مشغول نہیں کرے گی اور اس سے دونوں فضیلتیں (استماع خطبہ اور درود پڑھنے کی) حاصل ہو جائیں گی اور یہی بات درست ہے"۔

حدیثِ سلیک رضی اللہ عنہ کی تاویلات اور ان کا ردّ

پہلے یہ بات گذر چکی ہے کہ احناف سلیک الغطفانی رضی اللہ عنہ والی حدیث کی کچھ تاویلات کرتے ہیں تاکہ وہ ان احادیث کے مطابق ہو جائے جن میں استماع وانصات کا حکم دیا گیا ہے۔۔۔۔ حافظ ابن حجرؒ نے "فتح الباری" میں دس تاویلات نقل کی ہیں جن میں سے صرف تین پر ہمارے مضمون نگار نے اکتفا کیا ہے:

پہلی تاویل:

بقول مضمون نگار "دورانِ خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم دینا خطبہ کا حصہ تھا کہ دوران خطبہ نماز تحیۃ المسجد کی تعلیم دی"

اس کا جواب یہ ہے کہ صحابی سلیک الغطفانیؓ کو تحیۃ المسجد کے پڑھنے کا حکم دینا خطبۂ جمعہ کا حصہ نہ تھا کیونکہ یہ حکم اگر خطبۂ جمعہ کا حصہ ہوتا تو اس سے ہر خطیب کے لئے یہ لازم ہو جاتا کہ وہ مسجد میں ہر داخل ہونے والے پر نظر رکھے اور جو شخص داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد نہ پڑھے' اسے اس کا حکم دے اور یہ کام کم از کم حنفی خطیب کے لئے بہت مشکل ہو گا کیونکہ ان کا خطاب اردو میں اور خطبہ عربی میں ہوتا ہے۔ چنانچہ عربی میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے تحیۃ المسجد نہ پڑھنے والے سے اردو میں ہمکلام ہونا یقیناً ان کے لئے ناممکن ہو گا' بلکہ اسے وہ حرام سمجھیں گے کہ دورانِ خطبہ کسی سے گفتگو کریں۔ چنانچہ جب بات چیت کرنا حرام ہو گا تو تحیۃ المسجد کی تعلیم دینا خطبۂ جمعہ کا حصہ کیونکر بنے گا؟

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ صحابی کو دو رکعات کا حکم دینا خطبہ ہی کا ایک حصہ تھا تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ اثنائے خطبہ میں تحیۃ المسجد کو نہ پڑھا جائے؟ یہ تو اس طرح ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ فاتحہ چونکہ نماز کا حصہ ہے' اس لئے اسے نماز میں نہ پڑھا جائے ایسا شخص مخبوط الحواس نہیں کہلائے گا تو کیا کہلائے گا؟

تحیۃ المسجد کی تعلیم دینا اگر خطبۂ جمعہ کا حصہ ہے تو اس سے یقینی طور پر یہی ثابت ہوتا ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دورانِ خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنا لازم ہے۔

دوسری تاویل:

ممکن ہے کہ حضور ﷺ نے سلیک رضی اللہ عنہ کی نماز کے دوران خطبہ روک دیا ہو۔ اس تاویل کی تائید کے لیے سنن دار قطنی کی یہ روایت پیش کی جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

"وَأَمْسَكَ عَنِ الْخُطْبَةِ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ"

یعنی آپ ﷺ خطبہ سے رُک گئے یہاں تک کہ سلیک رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہو گئے۔

لیکن بقول خود امام دار قطنی "یہ روایت سلیمان تیمی سے مرسل یا معضل ہے" پھر اگر اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس سے مسجد میں داخل ہونے والے کسی شخص کی وجہ سے خطبہ جمعہ کو روک لینے کا جواز لازم آئے گا حالانکہ حنفیہ کے نزدیک اس کا جواز نہیں ہے۔

امام ابنِ خزیمہ نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے:

ترجمہ: باب اس امر کی دلیل میں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنا خطبہ روک کر اسے دو رکعات پڑھنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ اس دوران آپ ﷺ نے خطبہ جاری رکھا بخلاف ان بعض الناس کے جنھوں نے گہری نظر سے حدیث کا مطالعہ نہیں کیا" (صحیح ابن خزیمہ (۱۶۷/۳)

تیسری تاویل:

سلیک رضی اللہ عنہ جب مسجد میں داخل ہوئے تو ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خطبہ شروع ہی نہیں کیا تھا۔۔۔۔اس تاویل کے لئے مسلم میں مروی ان الفاظ کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے:

"وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ عَلَى الْمِنْبَرِ"

لیکن اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ بیٹھنے سے مراد ابتدائی بیٹھنا ہی نہیں بلکہ اس سے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ راوی نے اس سے مراد مجازی طور پر کھڑا ہونا لیا ہو اگر دونوں باتوں کو ناقابل تسلیم مانا جائے تو کہنا پڑے گا کہ یہ روایت شاذ ہے کیونکہ اس سے اصح روایات (جو بکثرت وارد ہیں) اس بات پر متفق ہیں کہ سلیک رضی اللہ عنہ کے داخل ہونے کے وقت آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر دوسری اور تیسری تاویل کے درمیان منافات بھی ہے کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خطبہ شروع کر کے روک بھی لیا گیا ہو اور اسے ابھی شروع بھی نہ کیا گیا ہو؟؟

یہ تھا ان تاویلات کا کسی قدر مفصل رد---- اور حقیقت یہ ہے کہ نصوصِ شرعیہ کو اپنی یا اپنے امام کی رائے کے مطابق ڈھالنے کی بجائے جب اپنے آپ کو شرعی دلائل کے سامنے سرِ تسلیم خم کر لیا جائے اور مذہبی تعصب اور تقلید ائمی کو پرے پھینکتے ہوئے دلائل کے درمیان جب انتہائی منصفانہ موازنہ کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ مضمون نگار کی طرف سے پیش کی جانے والی یہ تین تاویلات ہی نہیں باقی وہ تمام تاویلات بھی ناقابلِ اعتبار ہیں جنہیں احناف علماء نے سلیک ؓ الغطفانی کی حدیث کو رد کرنے کے لئے پیش کیا ہے۔

اسی لئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ کہتے ہیں ۴ ۔

وَهٰذِهِ الْاَجْوِبَةُ الَّتِیْ قَدْ قَدَّمْنَاهَا تَنْدَفِعُ مِنْ اَصْلِهَا بِعُمُوْمِ قَوْلِهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ"

یعنی "وہ تمام تاویلات جنہیں ہم نے سابقہ سطور میں نقل کر دیا ہے بالکل مردود ہیں آپ ﷺ کے اس فرمان کے عموم کے ساتھ کہ "تم میں سے کوئی جب بھی (اور جس وقت بھی) مسجد میں داخل ہو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک دو رکعات نہ پڑھ لے"----چنانچہ جب حدیث عام ہے تو دورانِ خطبہ تحیہ المسجد کے پڑھ لینے میں آخر کیا حرج ہے؟

اور خود بعض احناف علماء نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ اثنائے خطبہ تحیۃ المسجد پڑھ لینا چاہیے۔ شیخ ابو الحسن سندھی (محشی کتب حدیث) ابن ماجہ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں:

ثُمَّ الْحَدِيْثُ ظَاهِرٌ فِیْ جَوَازِ الرَّكْعَتَيْنِ حَالَ الْخُطْبَةِ لِلدَّاخِلِ بِتِلْكَ الْحَالَةِ

"یعنی یہ حدیث اس بات کے لئے بیّن دلیل ہے کہ عین خطبہ کی حالت میں داخل ہونے والے کے لئے دو رکعات پڑھ لینا جائز ہے"۵ ۔

---

۲ ۔: فتح القدیر (۱/ ۳۶۵)، اسی سے ملتی جلتی عبارات دیگر کتبِ حنفیہ میں بھی موجود ہیں۔ دیکھئے: شرح وقایہ (۱/ ۱۷۵) اور کفایہ (۱/ ۱۴) وغیرہما

۳ ۔: دیکھئے فتح الباری (۲/ ۴۷۷)

۴ ۔: فتح الباری (۳/ ۴۷۷)

۵ ۔: حاشیہ ابن ماجہ (۱/ ۳۴۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور شاہ ولی اللہ دھلوی کہتے ہیں "جب کوئی شخص امام کے خطبہ کے دوران (مسجد میں) آئے تو دو رکعات پڑھ لے اور ان میں تخفیف کرے تاکہ سنت پر بھی عمل ہو جائے اور خطبے کا احترام بھی باقی رہے"۔۔۔۔ پھر کہتے ہیں "اس مسئلہ میں اپنے اہلِ بلد (ہندوستان) کے طریقے (خطبہ جمعہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھے بغیر بیٹھ جانا) سے دھوکہ نہ کھانا کیونکہ حدیثِ سلیک رضی اللہ عنہ صحیح ثابت ہے اور اس کی اتباع لازم ہے"۔[۶]

اثنائے خطبہ وجوب تحیۃ المسجد پر ناقابل تاویل نص

حدیث "إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ" کے عموم سے دورانِ خطبہ مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے وجوبِ تحیۃ المسجد کا حکم اخذ نہ بھی کیا جائے تب بھی ایک ایسی واضح اور صریح نص موجود ہے جس میں بالخصوص اثنائے خطبہ تحیۃ المسجد کے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور جس کی قطعی طور پر کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔۔۔۔

جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا

"إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا"[۲۵]

یعنی "تم میں سے کوئی ایک جب امام کے خطبہ کے دوران (مسجد میں) آئے تو اسے چاہیئے کہ وہ دو رکعات پڑھے اور ان میں اختصار کرے (تاکہ بعد میں خطبہ سن سکے)"۔

امام نوویؒ کہتے ہیں: "وَهٰذَا نَصٌّ لَا يَتَطَرَّقُ إِلَيْهِ تَأْوِيلٌ وَلَا أَظُنُّ عَالِمًا يَبْلُغُهُ هٰذَا اللَّفْظُ صَحِيحًا فَيُخَالِفُهُ"[۲۶] ———— یعنی (اس مسئلہ میں) یہ (حدیثِ جابرؓ) ایسی نص ہے کہ کوئی تاویل اس کے قریب تک نہیں جا سکتی اور میں نہیں سمجھتا کہ کسی عالم کے پاس یہ صحیح نص پہنچے اور پھر وہ اس کی مخالفت کرے ———— لیکن ہمارے علماء ان واضح نصوص کو دیکھ کر، سمجھ کر اور سب کچھ جان کر بھی باطل تاویلات پہ ڈٹے رہتے ہیں اور فقہاء کے اقوال (وہ جو نصوصِ شرعیہ کے صراحتاً مخالف ہوتے ہیں) کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے ———— "وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ"

(۳) مکروہ اوقات میں سے ایک وقتِ کراہت، فجر کی نماز کے بعد طلوعِ شمس تک کا ہے، جس طرح عصر کے بعد اور خطبۂ جمعہ کے دوران سبھی نوافل کے پڑھنے کا جواز ملتا ہے (کما

۲۵۔ مسلم ـــ کتاب الجمعۃ باب التحیۃ والامام یخطب (۶/۱۶۴)　　۶۔ حجۃ اللہ البالغہ (۲/۲۲)

۲۶۔ شرح النووی لمسلم (حوالہ سابقہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقلم) اسی طرح فجر کے بعد بھی سببی نوافل کی ادائیگی کے لئے واضح نص موجود ہے:
قیسؓ کہتے ہیں کہ میں نے صبح کی نماز آپؐ کے ساتھ باجماعت ادا کی' پھر دو سنتیں (جنہیں میں فرض نماز سے پہلے نہیں پڑھ سکا تھا) پڑھیں تو آپؐ نے پوچھا "اَصَلاَتَانِ مَعًا ؟" ----- کیا (ایک فرض نماز کے وقت میں) دو (فرض) نمازیں اکٹھی؟؟ میں نے جواباً کہا کہ میں (پہلی) دو سنتیں نہیں پڑھ سکا تھا' آپؐ نے فرمایا "فَلَا اِذَنْ" یعنی "تب کوئی حرج نہیں" ----- دیگر کچھ روایات میں "فَلَمْ یَقُلْ لَہٗ شَیْئًا" اور "فَلَمْ یُنْکِرْ عَلَیْہِ" کے الفاظ بھی آتے ہیں -----۲۷۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح عصر کی نماز کے بعد ظہر کی دو سنتوں کو قضا کیا جا سکتا ہے اسی طرح بربنائے شرعی عذر چھوڑی جانے والی پہلی سنتوں کو نماز فجر کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے ادا کیا جا سکتا ہے --- جب ان دونوں ممنوع اوقات میں قضاء الفوائت جائز ہے' تو دیگر سببی نمازیں مثل تحیۃ المسجد وغیرہ بھی تمام اوقاتِ کراہت میں پڑھی جا سکتی ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ فجر کی دو سنتیں اگر پہلے نہ پڑھی جا سکیں تو انہیں طلوعِ شمس کے بعد ادا کرنے کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے --- آپؐ نے فرمایا:
"مَنْ لَمْ یُصَلِّ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ فَلْیُصَلِّھِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ" ۲۸۔ ------ یعنی "جو شخص فجر کی دو (سنتوں) کو (فرض نماز سے پہلے) نہ پڑھ سکے' اسے چاہیئے کہ وہ انہیں طلوعِ شمس کے بعد پڑھے"

تو اس کا جواب یہ ہے کہ طلوع شمس کے بعد دو سنتوں کے پڑھنے کا حکم اس شخص کے لئے ہے جو انہیں طلوع شمس سے پہلے نہ پڑھ سکا ہو' جس طرح کہ اسی حدیث کی ایک دوسری روایت اس بارے میں بالکل واضح اور صریح ہے اور جس کے الفاظ یوں ہیں مَنْ لَمْ یُصَلِّ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْیُصَلِّھِمَا -----" ۲۹۔

۲۷۔ رواہ الترمذی وابوداؤد و ابن ماجہ و ابن ابی شیبہ و ابن حبان و ابوخزیمہ والحاکم ---- یہ حدیث چونکہ احناف کے خلاف ہے اس لئے مُلّا علی قاری نے اسے ضعیف کہا ہے حالانکہ اس کی صحیح اسانید موجود ہیں' ابن حبان' الحاکم' ابو خزیمہ' ابن حزم' العراقی اور ابن حجر وغیرہم اور معاصرین میں سے شیخ البانی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے --- دیکھئے : تحفۃ الاحوذی (۱/۳۲۴-۳۲۹) اور صحیح سنن الترمذی و صحیح ابن ماجہ حدیث نمبر (۱۱۵۱) للألبانی

۲۸۔ رواہ الترمذی (۲/۲۸۷ -- تحقیق احمد شاکر) واسنادہ صحیح کما قال الالبانی فی الصحیحہ (۱۱

۲۹۔ مستدرک حاکم (۱/۲۷۴' ۱/۳۰۶) قال الحاکم : صحیح علی شرط الشیخین ووافقہ الذہبی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی "جو فجر کی دو سنتوں کو طلوع شمس تک نہ پڑھ سکا ہو، وہ انہیں (طلوع شمس کے بعد) پڑھ لے"

(۴) حدیث " مَنْ نَامَ عَنْ صَلٰوۃٍ اَوْنَسِیَھَا فَلْیُصَلِّھَا اِذَا ذَکَرَھَا " اور حدیث " مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً مِنْ صَلٰوۃِ الصُّبحِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ فَقَدْ اَدْرَکَ الصُّبحَ ---- الخ" کے تحت جب فرائض کو مکروہ اوقات میں پڑھا جا سکتا ہے، تو سببی نوافل کو ان اوقات میں پڑھنا بالاَولیٰ درست ہوگا --- واللہ اعلم

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا موقف

سابقہ سطور میں امام نوویؒ اور حافظ ابن حجرؒ کے کلام سے چند اقتباسات گزر چکے ہیں (مکروہ اوقات میں سببی نمازوں کے پڑھنے کے جواز کے بارے میں) ----اب ہم شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے کلام کا خلاصہ پیش کرتے ہیں، موصوف کہتے ہیں :

"تمام ذوات الاسباب نمازیں (جیسے تحیۃ المسجد اور نمازِ کسوف وغیرہ) مکروہ اوقات میں جائز ہیں، یہی امام شافعیؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کا مذہب ہے اور یہی راجح ہے چند وجوہات کی بناء پر :-

۱) تحیۃ المسجد کے پڑھنے کا حکم صحیحین میں موجود ہے اور اس میں وہ عموم ہے جس سے کوئی صورت مخصوص نہیں کی گئی، جبکہ نہی والی احادیث میں وہ عموم ہے جو خاص کر دیا گیا ہے، لہٰذا عام غیر مخصوص کو عام مخصوص پر ترجیح دی جائے گی۔

۲) اثنائے خطبۂ جمعہ آپؐ نے سلیک الغطفانیؓ کو تحیۃ المسجد کا حکم دیا حالانکہ استماعِ خطبہ کا حکم دے کر آپؐ نے گویا نماز پڑھنے سے بھی منع کیا ہوا تھا، لہٰذا جب اس وقت تحیۃ المسجد کا آپؐ نے حکم دیا ہے، دیگر اوقاتِ کراہت میں آپؐ کا یہ حکم بالاَولیٰ ہوگا۔

۳) نہی سے بعض نمازوں جیسے فجر اور عصر کی استثناء ثابت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوقاتِ نہی میں کچھ نمازیں ممنوع اور کچھ نمازیں (جیسے فوائت اور سببی نوافل) مشروع ہوتی ہیں۔

۴) عمرو بن عبسہؓ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ طلوع و غروبِ شمس کے وقت نماز پڑھنے سے نہی صرف سدِّ ذرائعِ شرک کے لئے ہے کیونکہ اس وقت مشرکین سورج کی پوجا کرتے ہیں ---- گویا مشرکین کے ساتھ مشابہت کے اندیشے کے پیش نظر مسلمانوں کو ان اوقات میں نماز سے روکا گیا، جبکہ ذوات الاسباب نمازوں میں وہ مصلحت ہوتی ہے جو ان اوقات میں نماز پڑھنے کے نتیجے میں حاصل ہونے والے مفسدہ پر ترجیح و اولیت رکھتی ہے لہٰذا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مصلحت کو مقدم کرنا مناسب ہے کیونکہ ذوات الاسباب کو پڑھنے والا شخص انہیں مطلقاً نہیں بلکہ اسباب کی بناء پر پڑھتا ہے اس لئے مشابہت اس صورت میں ممتنع ہو جاتی ہے۔

۵) عصر کے بعد ظہر کی دو سنتوں کو قضا کرنا آپؐ کے فعل سے ثابت ہے --- دوسری طرف تحیۃ المسجد کے پڑھنے کا آپؐ کا حکم ہے اور آپؐ کا یہ حکم فوت ہونے والی سنتوں کی قضا سے اقویٰ ہے' لہٰذا ممنوع اوقات میں جب ایک سنت کو قضا کرنا درست ہے تو آپؐ کے حکم پر عمل کرنا بالاولیٰ درست ہوگا --- کیونکہ قضاءِ سنن کے بارے میں عموماً" اور قضائے سنتِ ظہر کے بارے میں خصوصاً" آپؐ کا کوئی حکم نہیں' صرف سنن پر مداومت (ہیشگی) ثابت ہے' جب مداومت والے عمل کو آپؐ نے ممنوع وقت میں قضا کیا تو جس عمل کا آپؐ نے اپنی امت کو حکم دیا اس پر ممنوع وقت میں عمل پیرا ہونا بالاُولیٰ موکد ہوگا" ۳۰۔

کیا عصر کے بعد کا وقت مطلقاً مکروہ ہے؟

اوقاتِ کراہت میں سے ایک وقت عصر کی نماز کے بعد غروب شمس تک کا ہے "لَا صَلوٰةَ بَعْدَ صَلوٰةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ" ۳۱۔ ------ اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ عصر کی نماز کے بعد کا وقت مطلقاً مکروہ نہیں ہے بلکہ یہ خاص ہے اصفرارِ شمس (سورج کے زرد ہونے) سے لے کر غروبِ شمس تک کے وقت کے ساتھ --- گویا نمازِ عصر کے بعد جب تک سورج زرد نہ ہو' اس وقت تک مطلق نماز جائز ہے' یہی وجہ ہے کہ ام المؤمنین عائشہؓ نے عمرؓ (جو کہ نمازِ عصر کے بعد کے وقت کو مطلقاً مکروہ سمجھتے تھے بلکہ جس شخص کو اس وقت میں نماز پڑھتا ہوا دیکھتے اسے مارتے) کو واہم قرار دیا اور کہا:

"اِنَّمَا نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَتَحَرّٰى طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَغُرُوْبَهَا" ۳۲۔ ------------ یعنی "آپؐ نے تو طلوع و غروبِ شمس کے اوقات کا جان بوجھ کر قصد کرنے سے منع فرمایا" (نہ یہ کہ مطلقاً منع کیا)

حضرت عائشہؓ نے یہ بات اصل میں اس لئے کہی تھی کہ آنحضورؐ گھر میں ان کے سامنے نمازِ عصر کے بعد دو رکعات پڑھنے پر ہیشگی کرتے تھے' کہتی ہیں:

"مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِيْ قَطُّ" ۳۳

۳۰۔ مجموع فتاوی (۲۳/۱۹۱-۱۹۹)

۳۱۔ مسلم (۶/۱۱۲ -- مع شرح النووی)

۳۲۔ مسلم (۶/۱۱۹ مع شرح النووی)

۳۳۔ بخاری "باب ما یصلی بعد العصر من الفوائت ونحوھا" (۲/۷۷ الفتح)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ "عصر کے بعد دو رکعات پر آپؐ کی مداومت سے عائشہؓ نے یہ سمجھا کہ عصر کے بعد غروب شمس تک نماز پڑھنے سے جو نہی ہے، وہ مختص ہے اس شخص کے ساتھ جو سورج کے زرد ہونے کے بعد اس کے غروب کے قریب قریب نماز پڑھنے کا جان بوجھ کر قصد کرے، نہ یہ کہ یہ نہی مطلقاً ہے، اسی لیے وہ خود بھی عصر کے بعد نفل نماز پڑھا کرتی تھیں اور اسی بات کا وہ فتویٰ دیا کرتی تھیں" ۳۴۔

لیکن عصر کے بعد دو رکعات پر مواظبت اور ہیشگی کو اکثر علماء جیسے حافظ ابن القیمؒ ۳۵۔ ، حافظ ابن حجرؒ ۳۶۔ اور متأخرین میں سے شیخ ابن باز ۳۷۔ وغیرہم آپؐ کی خصوصیات میں شمار کرتے ہیں ـــــ لہٰذا یہ کہنا پڑے گا کہ کم از کم اس دلیل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عصر کے بعد سورج کے زرد ہونے تک مطلق نماز جائز ہے، یقیناً اس کے لئے واضح اور صریح نص کی ضرورت ہے جو "لَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ" کے عموم کو اصفرارِ شمس سے غروبِ آفتاب تک کے وقت کے ساتھ خاص کر دے ـــــ چنانچہ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ "نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ اِلَّا وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ" ۳۸۔

یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نماز سے منع فرمایا الا یہ کہ سورج بلند ہو (تو تب علی الاطلاق نماز جائز ہے)

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں:

"فَدَلَّ عَلٰى اَنَّ الْمُرَادَ بِالْبَعْدِيَّةِ لَيْسَ عَلٰى عُمُوْمِهٖ وَاِنَّمَا الْمُرَادُ وَقْتُ الطُّلُوْعِ وَوَقْتُ الْغُرُوْبِ وَمَا قَارَبَهُمَا" ۳۹۔ ـــــ یعنی "حدیث علیؓ اس پر دال ہے کہ "لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ ـــ الخ" اپنے عموم پر نہیں بلکہ اس سے مراد طلوع و غروب اور ان کے قریب قریب کا وقت ہے"

۳۴۔ فتح الباری (۲/۷۹)

۳۵۔ زاد المعاد (۱/۳۰۸)

۳۶۔ فتح الباری (۲/۷۷)

۳۷۔ حاشیہ فتح الباری (حوالہ سابقہ)

۳۸۔ ابو داؤد (۱/۲۰۰)، نسائی (۱/۹۷)، البیہقی (۲/۴۵۸)، احمد (۱/۱۲۹) اس حدیث کو ابن حزم نے المحلی (۳/۳۱)، العراقی نے طرح التثریب (۲/۱۸۷) اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۲/۷۶) میں صحیح کہا ہے اور ایک اور روایت جسے ابوداؤد اور نسائی نے ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو حسن کہا ہے، میں آپؐ کے الفاظ یہ ہیں: لَا تُصَلُّوْا بَعْدَ الصُّبْحِ وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الشَّمْسُ نَقِيَّةً"

۳۹۔ فتح الباری (۲/۷۴)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی مذہب امام ابن حزمؒ کا ہے، کہتے ہیں

وَصَحَّ اَنَّ النَّهْيَ لَيْسَ اِلَّا عَنِ الْقَصْدِ بِالصَّلَاةِ اِذَا اصْفَرَّتِ الشَّمْسُ وَضَاقَتْ لِلْغُرُوْبِ فَقَطْ" ۴۰۔

یعنی "یہ بات صحیح ثابت ہے کہ (عصر کے بعد) نماز سے نہی صرف اس وقت ہے جب کوئی شخص سورج کے زرد ہونے اور اس کے غروب کے لئے جھکنے کے وقت نماز کا قصد کرے"

اور یہی موقف ہے محدث العصر علامہ البانی حفظہ اللہ کا۔ موصوف علیؓ کی مذکورہ بالا حدیث کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں؛

وَمَا دَلَّ عَلَيْهِ الْحَدِيْثُ مِنْ جَوَازِ الصَّلَاةِ وَلَوْ نَفْلًا بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَقَبْلَ اصْفِرَارِ الشَّمْسِ هُوَ الَّذِيْ يَنْبَغِي الْاِعْتِمَادُ عَلَيْهِ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ" ۴۱۔ ———

یعنی "حدیث کی جو دلالت ہے کہ نماز عصر کے بعد اور سورج کے زرد ہونے سے پہلے کوئی نماز خواہ وہ نفل ہی کیوں نہ ہو، جائز ہے اس مسئلہ میں اسی پر اعتماد کرنا چاہیئے" ——— پھر دوسری جگہ پر کہتے ہیں کہ "فقہ کی کتب میں یہ جو مشہور ہے کہ عصر کے بعد نماز مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ سورج بلند اور صاف و سفید کیوں نہ ہو، یہ (علیؓ اور انسؓ کی) احادیث کے بالکل مخالف ہے کیونکہ یہ احادیث نہی والی احادیث کو مقید (یا مخصص) کر دیتی ہیں" ۴۲۔

مضمون نگار کے کچھ اور شبہات اور ان کے جوابات

(۱) فاضل مضمون نگار عمرو بن عبسہؓ کی حدیث (جس میں اوقات کراہت کو بیان کیا گیا ہے) کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں "اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مذکورۃ الصدر تینوں اوقات میں کوئی نماز بھی جائز نہیں ——— ہاں محدثین و فقہاء نے بعض دوسری احادیث سے استدلال کر کے اس دن کی نماز عصر کی ادائیگی کی اجازت دی ہے"

تو گزارش ہے کہ جب اندھی تقلید کا بھوت سر پر سوار ہو اور اس کا بندھن گلے میں پڑا ہوا ہو تو حدیث کا فقط اتنا حصہ نظر آتا ہے جو اپنے مطلب و موقف کی تائید کرتا ہو اور اس سے اپنے مخصوص اہداف و مقاصد پورے ہوتے ہوں ——— اور حدیث کے اس حصے سے "عمداً" نظر پھیر لی جاتی ہے جو اپنے امام کے قول کے مخالف ہو۔

حقیقت ——— جسے آپ بھی تقلید اور ذہنی تعصب کی قیود سے آزاد ہو کر حقیقت ہی کہیں گے ——— یہ ہے کہ جس حدیث سے استدلال کر کے آپ کے "محدثین و فقہاء"

۴۰۔ المحلی (۳۶/۳)

۴۱۔ سلسلہ صحیحہ (۳۴۴/۱)　　　۴۲۔ سلسلہ صحیحہ (۵۶۱/۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس دن کی نماز عصر کی ادائیگی کی اجازت دی ہے' اسی حدیث کا پہلا حصہ یہ ہے
"مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ فَقَدْ اَدْرَکَ الصُّبْحَ" ---- یعنی
"جس نے طلوع آفتاب سے پہلے صبح کی رکعت کو پالیا' اس نے پوری نماز فجر کو پالیا"
لیکن آپ نے اس سے صرفِ نظر کر کے درج بالا طریقے کے مطابق پڑھی جانے والی
فجر کی نماز کو باطل اور عصر کی نماز کو جائز قرار دیا ----

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ؟؟

(۲) صاحبِ مضمون لکھتے ہیں کہ "بعض کراہتیں اسباب کی بناء پر ہوتی ہیں" ---- اس کے بعد اس کی انہوں نے چار مثالیں ذکر کی ہیں' جن میں سے پہلی' تیسری اور چوتھی مثالوں کا الگ الگ جواب سابقہ سطور میں دے دیا گیا ہے' دوسری مثال دیتے ہوئے رقمطراز ہیں
"جماعت کھڑی ہو تو الگ کوئی بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے' کراہت کا سبب جماعت المسلمین میں افتراق کا شائبہ ہے"

تو گزارش ہے کہ آپ سب سے پہلے اس بات کو حنفی فقہ کے آئینے میں دیکھیں کہ آپ کا یہ کہنا کہاں تک درست ہے؟

حدیث "اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃَ" تو یہی کہتی ہے کہ فرض کی جماعت کھڑی ہو جائے تو باقی تمام نمازوں کو پڑھنا حرام ہوگا' لیکن آپ کی فقہِ حنفی کہتی ہے کہ جب تک نماز فجر کی دوسری رکعت کے رکوع میں ملنے کا یقین ہو' اس وقت تک مسجد سے باہر (یا مسجد کے ایک کونے میں) فجر کی سنتیں پڑھی جا سکتی ہیں ---- اور آپ کی مساجد اس کی واضح تصویر پیش کرتی ہیں' کہ جب جماعت کھڑی ہو چکی ہوتی ہے اس وقت احناف بھائی مسجد کے اندر (صفوں کے پیچھے کھڑے) سنتیں پڑھنے میں الگ مصروف ہوتے ہیں' تو کیا اس وقت جماعتُ المسلمین کے افتراق کا شائبہ نہیں ہوتا؟

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ

وصلی اللہ وسلم علی محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

☆ خط و کتابت کرتے ہوئے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں' ورنہ تعمیل ممکن نہ ہوگی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ